مولانا ارشاد الحق اثری
ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد

قسط :- ۲ (آخری)

علامہ محمد حیات سندھی

تصانیف :

۱:- الایقاف علی سبب الاختلاف :-

جس میں علامہ سندھیؒ نے صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ مجتہدین اور ان کے تلامذہ کے مابین فقہی اختلافات کے اسباب پر بڑی نفیس بحث کی ہے۔ اور صحابہ کرامؓ کے طریق استنباط اور تخریج مسائل کی وضاحت کی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ قرآن وسنت پر عمل کرتے تھے۔ اور جب انہیں اپنے قول وفعل کے مخالف کوئی حدیث پہنچتی تو اس سے فوراً رجوع کر لیتے تھے۔ پورا رسالہ نہایت علمی مباحث پر مشتمل ہے اور قابلِ دید ہے۔ سب سے پہلے یہ رسالہ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے اپنے اردو ترجمہ وحواشی کے ساتھ اپنے ہی ماہ نامہ "اشاعۃ السنۃ" جلد اول کے ضمیمہ ۴ (ص ۲۴ سے ۴۳) میں شائع کیا۔ اس کے بعد یہی ترجمہ جزوی اصلاح کے ساتھ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف مدظلہ العالی کی مساعی سے ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۹۵۹ء میں مکتبہ سلفیہ لاہور سے طبع ہوا اور کچھ سال پیشتر تیسری بار مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی مرحوم کی مساعی سے دہلی میں طبع ہو چکا ہے جس پر سنہ طباعت نہیں لکھا گیا۔ "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" مؤلفہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اسی موضوع پر مفصل اور بڑا جامع رسالہ ہے۔ امام ابن قیمؒ نے "اعلام الموقعین" میں بھی اس موضوع پر بہترین بحث کی ہے اور علامہ سندھی نے اپنے رسالہ میں شیخین رحمہما اللہ سے استفادہ کیا ہے۔ اسی موضوع پر علامہ سندھی کے معاصر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا رسالہ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" بھی قابل دید ہے اس کے علاوہ "حجۃ اللہ البالغہ" کی المبحث السابع میں بھی شاہ صاحب نے بڑی مدلل اور دلچسپ بحث کی ہے۔

۲:- تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلاۃ والسلام :-

عمل بالحدیث کے موضوع پر یہ مختصر مگر بہترین رسالہ ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ صالح فلانیؒ نے "ایقاظ ھمم اولی الابصار" میں علامہ سندھی کے حوالہ سے جو عبارتیں نقل کی ہیں وہ اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں۔ بلکہ دونوں کے مقابلہ

سے معلوم ہوا کہ بجز دو تین صفحات کے پورا رسالہ "ایقاظ" میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت نواب صدیق حسن خان مرحوم نے "الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ" اور علامہ امیر یمانیؒ نے "ارشاد النقاد الی تیسیر الاجتہاد" (مطبوعہ فی الرسائل المنیریۃ) میں بھی جابجا اس رسالہ سے استفادہ کیا گیا ہے اور ان کے تلمیذ رشید حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے ایک فارسی مکتوب میں اس رسالہ کی تلخیص کی ہے ملاحظہ ہوں کلمات طیبات (ص ۲۸-۳۰) پورا رسالہ تقلیدِ شخصی کی تردید اور اتباعِ سنت کی تائید و حمایت میں نقل و عقلی دلائل سے بھرپور ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"فمن يتعصب لواحد معين غير رسول الله صلى الله عليه وسلم ويرى ان قوله هو الصواب الذي يجب اتباعه دون الائمة الآخرين فهو ضال جاهل بل قد يكون كافرا يستتاب فان تاب والا قتل فانه اذا اعتقد انه يجب على الناس اتباع واحد بعينه من هذه الائمة دون الآخرين فقد جعله بمنزلة النبي صلى الله عليه وسلم وذلك كفر"

اور اس کے چند سطور بعد لکھتے ہیں:

"ومن تعصب لواحد بعينه من الائمة دون الباقين فهو بمنزلة من يتعصب لواحد من الصحابة دون الباقين كالرافضي والناصبي والخارجي فهذه طرق اهل البدع" تحفۃ الانام ص ۱۳۔

یعنی "جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی ایک کی اتباع کرتا ہے اور اس کے قول کو صحیح اور واجب الاتباع سمجھتا ہے تو ایسا شخص گمراہ اور جاہل بلکہ کافر ہے اس کی توبہ کرائی جائے۔ اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے کیونکہ جب اس کا یہ اعتقاد ہے کہ امت میں صرف ایک کی اتباع ضروری ہے تو اس نے گویا اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ تک پہنچا دیا ہے اور یہ کفر ہے۔۔۔"

"اور جو ائمہ کرام میں سے کسی ایک کی اتباع کرتا ہے تو اس کی مثال رافضیوں، ناصبیوں اور خارجیوں کی ہے جو بعض صحابہ کرامؓ کی اتباع تو کرتے ہیں مگر دیگر کی پرواہ نہیں کرتے اور یہ طریقہ اہل بدعت اور خواہش پرستوں کا ہے۔"

ان دو عبارتوں سے اندازہ ہو سکتا ہے تقلیدِ شخصی کے متعلق علامہ سندھیؒ کے جذبات کیا تھے۔ یہ رسالہ مکتبہ محمدیہ بمبئی ہند میں نیز حضرت مولانا عبدالجلیل سامرودی قدس سرہٗ کی مساعی سے مکتبہ سلفیہ دہلی سے چند سال ہوئے طبع ہو چکا ہے۔ سنہ طباعت مذکور نہیں۔

۳۔ فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدر:۔

نماز میں ہاتھ کہاں باندھنے چاہییں۔ فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام ثوریؒ ناف کے نیچے باندھنا پسند کرتے ہیں۔ امام احمدؒ کا بھی ایک قول یہی ہے مگر امام شافعیؒ (علی قول المشہور) اور امام مالکؒ سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر باندھنا پسند فرماتے ہیں امام احمدؒ سے بھی یہ قول منقول ہے۔ امام احمدؒ سے ایک تیسرا قول بھی مروی ہے کہ ناف کے نیچے یا اوپر سینہ کے نیچے جہاں چاہے ہاتھ باندھ سکتا ہے۔ اور امام شافعیؒ سے ایک قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا بھی منقول ہے۔ علامہ سندھیؒ بھی سینہ پر ہاتھ باندھنا پسند کرتے ہیں اور اس کی تائید میں ان کا یہ رسالہ ہے جس میں انہوں نے اپنے دعویٰ کو احادیث و آثار سے مدلل کرتے ہوئے حدیث "تحت السرۃ" کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا ہے۔ بحث کے اختتام پر بڑے وثوق سے فرماتے ہیں:

"وبما تقدم ان لوضع الایدی علی الصدر فی الصلاۃ اصلاً اصیلاً ودلیلاً جلیلاً فلا ینبغی لاھل الایمان الاستنکاف عنہ" (فتح الغفور ص۸)

نہایت نامناسب ہوگا اگر ہم یہ ذکر نہ کریں کہ علامہ سندھیؒ کے جواب میں ان ہی کے شاگرد محمد قائم سندھی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "فوز الکرام بما ثبت فی وضع الیدین تحت السرۃ وفوقھا تحت الصدر عن التشنیع المغلل بالضمام" رسالہ کے مندرجات سے مؤلف موصوفؒ کی جلالت شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ پورا رسالہ نہایت قیمتی اور اصولی معلومات پر مشتمل ہے اس کا قلمی نسخہ حضرت مولانا سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی مدظلہ العالی کے پاس موجود ہے اور بندہ کے پاس بھی اسی نسخہ سے منقولہ نسخہ کی نقل ہے والحمد للہ علیٰ ذلک۔ مگر افسوس کہ دو اہم جگہ پر بیامن ہے جو اصول نقد و جرح سے متعلق ہیں۔ علامہ قائم سندھیؒ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ناف کے نیچے اور ناف کے اوپر مگر سینہ کے نیچے جہاں چاہے ہاتھ باندھنے چاہییں سینہ پر ہاتھ باندھنا کہ وہ صرف سینہ پر ہوں صحیح نہیں اور ائمہ مذاہب کے علاوہ دیگر ائمہ کرام میں سے بھی یہ کسی کا مذہب نہیں چنانچہ رسالہ کے آخر میں فرماتے ہیں:

"فلما لم یثبت عن احد الوضع علی الصدر للکل لم یتمذھب بہ احد لا من اصحاب المذاھب المعروفۃ المتبوعۃ ولا من غیرھم وقد ثبت الوضع فی الصدر الاول تحت السرۃ وفوقھا تحت الصدر فاختار بعضھم الاول وبعضھم الثانی فعلی المؤمن ان یتبع سبیل المؤمنین"

مگر علامہ موصوفؒ کا یہ خیال صحیح نہیں جب کہ امام اسحاق بن راہویہؒ کا ایک قول یہی ہے۔ کہ سینہ پر ہاتھ،

باندھنے چاہییں۔ چنانچہ

"وکان اسحاق یوتر بنا و یرفع یدیہ فی القنوت ویقنت قبل الرکوع ویضع یدیہ علی ثدیہ او تحت الثدیین"

اسی طرح امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت علی الصدر کی منقول ہے جیساکہ "حاوی" میں ہے۔ نیز قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب علامہ قائم مرحوم اس بات کے قائل ہیں کہ ہاتھ اس طرح بھی باندھنا جائز ہے کہ کچھ حصہ سینہ پر اور کچھ سینہ کے نیچے ہوں۔ تو اگر کوئی حدیث کے ظاہر الفاظ سے صرف سینہ پر ہی ہاتھ باندھنے کو پسند کرتا ہے تو وہ آخر مجرم کیوں ہے؟ بالخصوص جب کہ علامہ سندھیؒ کا نعرۂ مستانہ یہی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ پر ہاتھ باندھنا ثابت ہے تو پھر سینہ ہی پر ہاتھ ہونے چاہییں۔

ہمارے مہربان مولانا فیض الرحمان ثوریؔ نے بتلایا ہے کہ علامہ محمد ہاشم سندھی نے بھی علامہ حیات سندھیؒ کے اس رسالہ کا جواب لکھا تھا جس کا جواب الجواب خود علامہ سندھی نے تحریر فرمایا تھا اور یہ مجموعہ اسلامیہ کالج لائبریری پشاور میں موجود ہے۔ اسلامیہ کالج لائبریری کی مطبوعہ فہرست ہماری نظر سے گزری ہے جس میں صرف علامہ ہاشم کے رسالہ کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم۔

رسالہ "فتح الغفور" سب سے پہلے مدت ہوئی ترجمہ سے طبع ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت مولانا عبدالتواب احمداللہ کی توجہ سے ۱۳۶۱ھ میں ملتان سے طبع ہوا مگر اب نایاب ہے۔ اللہ کی توفیق شاملِ حال رہی تو ان شاء اللہ اسے تعلیق و تخریج سے شائع کر دیا جائیگا وما ذلک علی اللہ بعزیز!

۴۔ شرح ترغیب و ترہیب للمنذری۔ ۲ جلد

اسماعیل پاشا وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ تحفۃ المحبین فی شرح الاربعین النوویہ:

اس کا ایک خطی نسخہ بانکی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

(بروکلمن س ۲ ۲ ۵۲۲: بحوالہ علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ ص ۲۸۲)

حضرت مولانا سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی پیر آف جھنڈا کے مکتبہ علمیہ عالیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے جس کے کل ۳۵ ورق ہیں اور شعبان ۱۳۰۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ علامہ سندھیؒ کو سنت اور صاحبِ سنت الف الف تحیۃ وسلام سے جو محبت تھی اس کا نمونہ اس رسالہ میں بھی جابجا ملتا ہے مثلاً حدیث لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ" کے تحت فرماتے ہیں کہ آپ کی اتباع کے تین درجے ہیں (۱) جو کچھ آپ نے فرمایا وہ حق سمجھے اس کے بغیر ایمان صحیح نہیں۔ ایسے لوگ تو اکثر پائے

جاتے ہیں (۲) دوسرا یہ کہ آپؐ کے فرامین کو حق جانتے ہوئے مخالفت سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے ایسے کم لوگ ہیں ۳: تیسرا درجہ یہ ہے کہ حرج اور ثقل محسوس کیئے بغیر اطاعت کرے۔ حتیٰ کہ انسان کی خواہشات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے مطابق ہوں تو ایسے افراد بہت ہی کم ہیں اور یہی محمدی ہیں اس کے بعد انہوں نے اپنے تڑپتے ہوئے دل کا اظہار جن الفاظ میں کیا ہے وہ انہی کی نوکِ قلم سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ لکھتے ہیں:

"هذا هو المحمدي الذي اذا ثبت عنده قول حبيبه وفعله المحكمات انشرح بهما صدره واخذ بهما باعظم الرضا والسرور واختلاط ذلك بقلبه وقالبه فلو اجتمع من بين اقطار الارض على ان يصده عن قول محبوبه وفعله لما تركهما ولم يبال بخلاف كائنا من كان الا آين هؤلاء المحمديون في زماننا هذا اللهم اجعل سنة حبيبه محمد صلى الله عليه وسلم احب الينا من ارواحنا وانفسنا"

"یہی محمدی ہے کہ جب اس کے نزدیک اس کے محبوب کا قول و فعل صحیح ثابت ہوجاتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور انتہائی رضا و رغبت اور خوشی سے اس پر عمل کرتا ہے اور دل و جان پر اسے نافذ کرتا ہے۔ اگر ساری خدائی اسے اس کے محبوب کے قول و عمل سے روکنے کے لئے جمع ہوجائے تو وہ اسے نہیں چھوڑتا اور خواہ کوئی بھی ہو کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتا۔ آہ یہ محمدی آج ہمارے زمانہ میں کہاں ہیں! الہا! اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہمیں ہمارے ارواح و انفس سے عزیز تر کردے۔ آمین۔

سارا رسالہ اسی طرح کے جذبات اور مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

۶- مختصر الزواجر عن اقتراف الکبائر۔

"الزواجر" علامہ ابن حجر کی ۹۷۳ھ کی معروف تصنیف ہے جس میں کبیرہ گناہوں کی نشان دہی کی گئی ہے: تذکیر و ترہیب کے لیے بڑی عمدہ کتاب ہے اس موضوع پر علامہ ذہبیؒ کی کتاب "الکبائر" بھی مطبوع "الزواجر" مصر سے طبع ہوچکی ہے۔ مگر کم یاب ہے اس کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور لائبریری میں محفوظ ہے جو ۹۸۴ھ کا مکتوبہ ہے گویا مصنف کے انتقال سے گیارہ سال بعد کا نسخہ ہے جس پر نامور علمائے کرام کے دستخط ہیں اسی "الزواجر" کا اختصار علامہ سندھیؒ نے کیا ہے۔ اسماعیل پاشا نے ہدیۃ العارفین ص ۳۲۰ ج ۲ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور ایضاح المکنون

ص ۷، ۱۴ ج ۱ میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

"الزواجر کا اردو ترجمہ" قوارع الایمان عن اتباع خطوات الشیطان" کے نام سے حضرت مولانا سید جمیل احمد سہسوانیؒ نے کیا تھا۔ جو حضرت نواب صاحبؒ کے مصارف سے ۱۳۰۴ھ میں مطبع مفید عام آگرہ سے طبع ہو چکا ہے۔

۷۔ شرح الحکم العطائیہ:۔

"الحکم" شیخ تاج الدین ابوالفضل احمد بن محمد المعروف بابن عطاء اللہ الاسکندرانی الشاذلی المالکی م ۷۰۹ھ کی معروف تصنیف ہے تزکیۂ نفس اور اعمال کے لیے یہ کتاب بہترین کتابوں میں شمار کی گئی ہے جس کا اندازہ شیخ بنانی کے اس قول سے ہوتا ہے:

"کادت حکم ابن عطاء اللہ ان تکون وحیا ولو کانت الصلاۃ تجوز بغیر القرآن لجازت بکلام الحکم" "ایقاظ الھمم فی شرح الحکم" ص ۲

اس کتاب کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں حاجی خلیفہ نے اس کی سات شروح کا ذکر کیا ہے جن میں سے شیخ محمد بن ابراہیم بن عباد کی شرح "غیث المواہب العلمیۃ" اور "ایقاظ الھمم" مؤلفہ شیخ احمد بن محمد الحسنی مطبوع ہے۔ الحکم غیر مبوب کتاب تھی۔ شیخ علی متقی صاحب کنز العمال نے اسے ابواب کی صورت میں مرتب کیا تو اس کا نام "تبویب الحکم" رکھا۔ اسی تبویب کا ترجمہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے "اتمام النعم" کے نام سے کیا اور مولانا محمد عبداللہ صاحب گنگوہی نے اس کی اردو شرح لکھی جس کا نام "اکمال الشیم شرح اتمام النعم" رکھا یہ اردو شرح پہلے ۱۳۵۴ھ میں طبع ہوئی تھی اس کے بعد ۱۳۷۹ھ میں ہمارے مہربان دوست مولانا محمد رمضان صاحب شوقی لائبریرین اشاعت العلوم فیصل آباد کی تصحیح و حواشی اور اس کی مفصل فہرست کے ساتھ شائع ہو گئی ہے۔

"الحکم" کی شرح علامہ محمد حیات سندھیؒ نے بھی لکھی ہے جس کا ذکر "ھدیۃ العارفین" اور "ایضاح المکنون" وغیرہ میں ملتا ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ شرح ابن عباد کا ایک خطی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں محفوظ ہے جو تقریباً تین سو سال کا پرانا نسخہ ہے۔

۸۔ مقدمۃ فی العقائد

اس کا ذکر علامہ زرکلی نے کیا ہے۔ (الاعلام۔ ص ۲۴۴۔ ج ۶)

۹۔ ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب نے ایک اور کتاب شرح اربعین للنووی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ "یہ ملا علی قاری کی "اربعون حدیثا فی جوامع الکلم" کی شرح ہے"،

ممکن ہے کہ علامہ سندھیؒ نے ملا علی قاری کی شرح اربعین للنووی پر اضافی نوٹس لکھے ہوں۔

۱۰۔ ارشاد النقاد الی تیسیر الاجتہاد:۔

رضا کحالہ نے اس کا ذکر کیا ہے (معجم المؤلفین ص۲۴۵ج۹)

مگر یہ ان کا وہم معلوم ہوتا ہے۔ یہ رسالہ درحقیقت علامہ امیر یمانیؒ کا ہے جو "الرسائل المنیریہ" میں مطبوع ہے۔

۱۱۔ شرح الحکم الحدادیہ۔

اس کا ذکر اسماعیل پاشا نے کیا ہے۔ (ہدیۃ العارفین ص ۳۲۷ ج ۲)

۱۲۔ رسالہ فی رد بدعۃ التعزیۃ۔

مولانا سید عبدالحیؒ نے اس کا ذکر نزہۃ الخواطر ص ۳۰۲ ج ۶ میں کیا ہے۔

۱۳۔ رسالۃ فی النہی عن عشق المرد والنسوان

مولانا سید عبدالحی مرحوم اور حضرت النوابؒ احمد اللہ وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے حضرت نواب صاحب کے مکتبہ میں اس کا خطی نسخہ بھی موجود تھا جسے وہ مدینہ طیبہ سے لائے تھے" اتحاف النبلاء" میں انہوں نے اس کے کچھ اقتباس بھی نقل فرمائے ہیں۔

عشق کے متعلق اہل علم کی آراء مختلف ہیں محققین کے نزدیک تو اس لفظ کا استعمال ہی محل نظر ہے قرآن اور سنت صحیحہ میں اس کا استعمال بھی کہیں نظر نہیں آتا شریعت مطہرہ نے امرد اور غیر محرم کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔ چہ جائے کہ ان سے "عشق" رچایا جائے۔ علامہ سندھیؒ کے اس سلسلہ میں جذبات بڑے نادر اور قابل غور ہیں فرمائے ہیں:

"انما حکی اللہ العشق عن الکفرۃ قوم لوط وامراۃ عزیز وکانت اذ ذلک مشرکۃ والفتنۃ بعشق الصور تنافی ان یکون دین العبد کلہ للہ بل ینقص من دینہ بحسب ما حصل لہ من فتنۃ العشق وربما اخرجت صاحبہ من ان یبقی معہ شیئ من الدین والمفتون بالصور مخالف لقولہ تعالیٰ "قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم" والمبتلی بھا الیس بغاض من بصرہ بل یتلذذ بالنظر الحرام وربما یقع بہ فی الزنا..... فان تعبد القلب المعشوق شرک وقد اثبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسم التعبد علی المحبۃ لغیر اللہ فی قولہ الصحیح تعس عبد الدینار وعبد الدرھم الخ"

(اتحاف ص ۴۰۳)

گویا علامہ سندھیؒ جہاں خوبروؤں اور غیر محرموں سے عشق کو کافروں کا طریقہ بتلاتے ہیں تو دوسری طرف اسے شرک کی حدود میں بھی داخل کرتے ہیں۔ ان سے قبل علامہ ابن قیمؒ کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے جو "زاد المعاد" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۴۔ اعفاء اللحیۃ:۔ اس کا خطی نسخہ حضرت مولانا پیر وہب اللہ صاحب راشدی کے کتب خانہ میں موجود ہے حضرت مولانا سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے حضرت موصوف سے رسالہ حاصل کر کے اس کی فوٹو کاپی راقم عاصم کو بھی ارسال کر دی یہی نہیں بلکہ علامہ سندھیؒ کی شرح اربعین نووی کی فوٹو ارسال فرمائی جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

یہ رسالہ چھوٹے سائز کے دس صفحات پر مشتمل ہے۔ رسالہ کا سبب تالیف ذکر کرتے ہوئے علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے "کہ میں نے ایک صاحب کے رسالہ میں دیکھا ہے کہ اعفاء اللحیۃ مستحب ہے اور یہ سنن تعبدی نہیں بلکہ سنن علوی ہے، اور جو کوئی ایک قبضہ سے کم داڑھی رکھے گا وہ تارک مستحب ہے چنانچہ اس کے متعلق بعض دوستوں نے سوال کیا کہ اس مسئلہ میں قول فیصل کیا ہے؟ تاکہ اس سلسلہ میں ادہام کا ازالہ ہو جائے"۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے احادیث و آثار سے اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے اور رسالہ کے آخر میں جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ حسب ذیل ہے:۔

" وھذا کلہ تبین ان اصل الاعفاء واجب کما اوضحنا و تارکہ تارک واجب یستحق ما یستحقہ تارک الواجب ولو تنزل عن الوجوب فلا اقل من انہ سنۃ موکدۃ یستحق تارکہ ما یستحق تارک السنۃ المؤکدۃ ولیس بمندوب عادی کما زعم صاحب الرسالۃ بل ھو امر تعبدی شرعہ اللہ لانبیائہ وحثھم علیہ" الخ

یعنی اس بحث سے ظاہر ہو گیا ہے کہ داڑھی کا بڑھانا واجب ہے جس طرح کہ ہم نے واضح کر دیا ہے اور اس کا تارک اسی سزا کا مستحق ہے جو تارک واجب کے لیے مقرر ہے اور اگر وجوب سے کم کہا جائے تو پھر یہ سنت مؤکدہ سے کم نہیں اور اس کا تارک اسی سزا کا مستحق ہے جو تارک سنت مؤکدہ کیلئے ہے اور نہ یہ مندوب ہے اور نہ ہی سنن عادیہ سے ہے جیسا کہ صاحب رسالہ کا خیال ہے۔ بلکہ یہ امر تعبدی ہے جس کا اللہ پاک نے انبیا علیہم السلام کو حکم فرمایا۔

سر دست ہمیں علامہ سندھیؒ کی انہی تصانیف کا علم ہوا ہے رضا کحالہ نے لکھا ہے کہ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

وفات ۔ علامہ سندھیؒ نے ۲۶ صفر ۱۱۶۳ھ کو مدینہ منورہ ہی میں رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے اور ان کے شاگرد رشید علامہ بلگرامی نے ان کی تاریخ وفات " رحلۃ شیخی " لکھی۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ ونور مضجعہ!